عبدالعزیز خالد کی غزل

(فکری وفنی مطالعہ)

ڈاکٹر محمد نواز کنول

Abstract:

It is a research treatise in which the technical and intellectual traits of Abdul Aziz Khalid's lyric have been broached upon. One may find the qualities like elegance and love, affairs of heart, suspense, colour, sensuousones, musicality, rare and attractive simiks and metaphors, humour and satire, boldness, human incarnation, allusions, Romatic grandeur and love for the Holy Prophet (PBUH). Khalid has also borrowed words from other languages, too. In this respect, Khalid is a unique poet, with a unique style, of this era. No doubt, his lyric contains all those element which are the demands of urdu lyric.

نابغہ روزگار عبدالعزیز خالد کا نام ان بڑے شعراء کی فہرست میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے جنھوں نے روایت اور اپنی انفرادی صلاحیتوں کے خوبصورت امتزاج سے اردو شاعری کو نئے محرکات اور نئے امکانات سے آشنا کیا ہے۔ پرگو اور کثیر الموضوعات شاعر خالد اپنے آپ کو بنیادی طور پر نظم گو خیال کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ جب بھی غزل گوئی کی طرف مائل ہوتے ہیں تو خود پر تعجب کرنے لگتے ہیں۔ ؎

انقلابات ہیں زمانے کے
خالد نظم گو، غزل خواں ہے

حالانکہ اصلاً خالد ایک غزل گو ہیں اور نظم میں وہ جس طرح بے مثال و یکتا ہیں اسی طرح غزل میں بھی ان کی آواز باقی آوازوں سے منفرد و توانا لب ولہجہ کی حامل ہے بقول وفا راشدی:

''انہوں نے نہ صرف اپنی نظم بلکہ غزل میں بھی اپنی دنیا آپ تخلیق کی ہے خالد کی غزل ہیئت

کے اعتبار سے وہی پرانی سہی لیکن مجموعی طور پر معنویت اور خیالات کے اعتبار سے انہوں نے
قدیم روایات اور فرسودہ خیالات سے کھل کر بغاوت کی ہے۔ اور غزل کو ایک نیا اسلوب، نئی
آواز اور نیا آہنگ دیا ہے۔" (۱)

وہ تقلید کے قائل نہیں ہیں اور اگر کہیں تقلید کے قائل نظر بھی آتے ہیں تو ایک حد تک فنِ غزل کے بارے ہیں ان کا اپنا نظریہ یہ ہے کہ۔ ؎

ہے تجھ کو اگر درکِ رموز ادب و فن
رکھ شعر میں تہہ داری و تمثیل کے پہلو
دوسروں کی زبان مت بولو
اپنا پیدا کرو لب و لہجہ

حسن وشباب، عشق وعاشقی یہ سب معاملاتِ دل اور وارداتِ قلبی ہی تو ہیں اور خالد تو عشق آشنا مزاج بھی رکھتے ہیں اور حسن زندگی کے پرستار بھی ہیں۔ ان کی تجسس آمیز نگاہیں حسن ومحبت، رنگینی ورعنائی اور تازگی وتوانائی کی متلاشی رہتی ہیں خالد بقول ان کے نہ زاہد خشک ہیں اور نہ تارک دنیا۔ ؎

زاہدِ خشک نہیں ، تارکِ دُنیا بھی نہیں
حُسن سے ہم کو محبت ہے کہ اللہُ ، جمیل

اُردو شاعری میں جہاں تک حُسن وعشق کے موضوعات کا تعلق ہے یہ ہماری غزل میں کثرت سے موجود ہیں لیکن خالد نے حسن وعشق کے مختلف پہلوؤں کو انسانی نفسیات اور نفسیاتی حقیقتوں کے آئینے میں اس طرح اجاگر کیا ہے کہ روایتی اسلوب کے باوجود انفرادی وقار اور شان نمایاں ہے۔ درج ذیل اشعار دیکھئے ؎

حُسنِ ملائک فریبِ عشق جنوں دستگاں
ارضِ عجم میں لُٹی سطوتِ کر و بیاں
کون ہے محرم یہاں رسم و رہِ شوق کا
زندگی محرومیاں ، عاشقی رُسوائیاں

خالد حُسنِ ونغمہ کی مے سے مدہوش بھی ہوتے ہیں اور اشعار میں مناجات بھی سناتے ہیں۔ ؎

حُسن ونغمہ مری مَے، شعر مناجات مری
مجھے قرآن سناتی ہے نسیمِ سحری

حُسن وجمال، حُسن ونغمہ اور حُسنِ ناز سے انہیں جو تعلق خاطر ہے اس کا انہیں اعتراف ہے اور اس کا منطقی جواز وہ یُوں پیش کرتے ہیں۔ ؎

لکھے نہ کیوں قصیدے حسینوں کے حسن کے
تاکید ہے ادائے حُقوق العباد کی

حُسن مغرور بھی ہے مائل بھی
عشق سلطان بھی ہے سائل بھی
خالد اپنا بھی عقیدہ ہے یہی
حسن سچائی ہے ستیم سندرم

خالد کی غزلیات کے مطالعہ کے دوران جو چیز قاری کو سب سے زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے وہ اس کا حسیاتی پہلو ہے بصارت کی تحریک کی چند مسحور کن مثالیں:

کالی ساری میں لپک پنڈے کی
جیسے گھنگھور گھٹا میں بجلی
مدھ بھری نیند کی ماتی آنکھیں
جسم ۔ پو پھوٹ رہی ہو جیسے
سنگ مرمر کی طرح جلد بدن کی بے داغ
نقرئی طشت پہ سورج کی شعاعیں رقصاں

کلام خالد میں اب حسِ سماعت کی چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔ ؎

گھنیرے کنج دھڑکتے دلوں کے راز سنیں
سکوتِ شب میں ہے آوازِ پا، لبِ گویا
یوں بلبلیں شاخوں پہ چہکتی ہیں کہ جیسے
پازیب پہن کر بتِ سرمست غزل خواں

کبھی کبھی خالد دو حصوں کو بڑی چابک دستی سے بیک وقت متحرک کرنے کا سامان بھی فراہم کر دیتے ہیں ؎

آگ بوسوں میں ، راگ لفظوں میں
تجھ میں آئی کہاں سے یہ جدّت
دو شعلے ہم کنار تھے بجتا تھا جل ترنگ
کل رات جاگتے رہے ہم دونوں رات بھر

خالد جسمانی لذات کے دلدادہ نہیں جسم کے متعلق پاکیزہ رویے کا اظہار خود ان کے اپنے متعدد اشعار سے ہوتا ہے یہ شعر دیکھئے۔ ؎

اُسے چوما کتاب کی مانند
پیار میں احترام شامل تھا !
حُسن کو پوجو مگر آتش پرستوں کی طرح
آگ کو کرتے ہیں سجدہ اُس کے عاشق دُور سے

خالد کی غزل کا ایک بڑا امتیازی وصف اس کی بے پناہ غنائیت ہے ان کا کلام پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ قدم قدم پر حرف وصوت کا جادو جگا رہے ہیں انہیں اپنی اس غیر معمولی قوت کا شعور ہے اور ذیل کے اشعار اس سلسلہ میں ان کی خود آگہی کا ثبوت ہیں ۔ ؎

میں ہوں متھرا کا مدھوکر، مَن ہَر
گوپیو ! نام مرا گردھاری
یوں بانسری کی لے پہ تھرکتی ہیں گوپیاں
جس طرح ناگ جھومیں سپیرے کی بین پہ !
نشاطِ نغمہ بھی ہے مستیٔ خمار بھی ہے
ترے جَمال میں رعنائیِ بہار بھی ہے
پھر ترے آستاں پہ لے آئی
کھینچ کر لذتِ جبیں سائی

احساسِ تنہائی ان کے کلام کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہے خالد نے یہاں بھی اپنی انفرادیت کو قائم رکھا ہے چنانچہ ان کے ہاں احساسِ تنہائی بڑے تعمیری انداز میں ملتا ہے جو انسانوں کو قنوطیت کا درس نہیں دیتا بلکہ ان کو استقلالِ طبع عطا کرتا ہے کہ جو دیکھے وہی کہے ۔ ؎

مضبوط پہاڑ سے زیادہ
وہ ایک چٹان کی طرح تھا

اس صورتِ حال کا ذمہ دار اُن کا وہ تاریخی شعور ہے جو انہیں دُنیا کی عظیم شخصیتوں کے اِرتقاء کے مطالعہ سے حاصل ہوا ہے جس کے تحت وہ جانتے ہیں کہ ؎

ہر صاحبِ عزم ہے جہاں میں
ناشاد ، بلند بال تنہا !
خود شناسی ، خُدا شناسی ہے
کنجِ عزلت ہے ، منزلِ عرفاں !

خالد نے اپنی غزلوں میں نادر اور خوبصورت تشبیہات اور استعارات کو حُسن وخوبی سے سمویا ہے ذیل کے اشعار دیکھئے ۔ ؎

چہرہ جیسے نویدِ یومِ وصال
زلفیں جیسے فراق کی راتیں
آہوئے وحشی نے شاید تم سے سیکھی یہ ادا
چوکڑی بھرنا ، پلٹ آنا ، ٹھہرنا ، دیکھنا

وہ مجھے چومتی ہے یوں جیسے
پھول کو اوس چاند کو دریا

خالد کی غزل میں کہیں کہیں طنز و مزاح کے بھی نمونے ملتے ہیں:

''خالد کے کلام میں طنز و مزاح کے دشنے بظاہر پروقار متانت میں ملفوف ہوتے ہیں، شرط یہ ہے کہ حجاب اُٹھا دیں ہم، پھر دیکھئے کہ اس گھمبیر سنجیدگی کی فضا میں رندانِ مست کے کیسے کیسے ہائے ہُو موجود ہیں۔'' (۲)

خالد ریا کاروں اور منافقوں پر یوں طنز کرتے ہیں۔

دل میں آباد ہیں صنم خانے
لب پہ لبّیکَ لا شریکَ لَکَ
نکالو مطلب اپنا دختِ رز سے
تمہیں کیا، ہے اگر خطرے میں عزت

کامل القادری لکھتے ہیں کہ:

''خالد ملوکیت کو اسلامی تعلیمات کے خلاف بتاتا ہے اور بادشاہوں کی ریا کاری کا ذکر کرتے ہوئے اس کا لب ولہجہ خاصا تلخ ہوجاتا ہے وہ اورنگ زیب کی دورنگی پر چوٹ کرتا ہے۔''(۳)

مُصحف کی کتابت سے کمائیں روزی
تزیین ملوکیت کا پیراہن

اسلام اور ملوکیت کی یک جائی ممکن نہیں اور نگ زیب پر خالد یوں نظر تنقید ڈالتے ہیں۔

باوا کو نظر بند کریں بھائی کو قتل
یلغار سے پامال کریں ملکِ دکن

غزل گو شاعروں کی اکثریت نے اپنے شعروں میں ''ادب برائے زندگی'' کے مقابلے میں ''ادب برائے ادب'' ہی کے نظریے کو پیش نظر رکھا ہے خالد کی غزل اس سلسلے میں ایک استثنائی مثال ہے۔ اس کے بعض شعروں میں پیغام موجود ہے یہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

ہے زیست مسلسل اک تنازع
لے جہدِ بقا میں بڑھ کے حصہ
عام لوگوں کی نظر سطح پہ پڑتی ہے فقط
تو کسی شخص کے آوازۂ شہرت پہ نہ جا
کب تک آوارگی و رسوائی
خود کو پہچان، اپنے آپ سے مل

خالد کومتعدد زبانوں پر مکمل عبور حاصل ہے اور انہوں نے ان زبانوں کے ادب اور تہذیب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان پر مشکل پسندی کا الزام بھی ہے یہ الزام ایک حدتک درست بھی ہے لیکن خالد کی شاعری میں یہ مشکل پسندی ارادتاً یا خودساختہ نہیں ہے ان کی غزلوں میں لاتعداد ایسے اشعار بھی ملتے ہیں جن میں دقیق یا غیر مانوس الفاظ نام کو نہیں اور جن میں تغزل کے علاوہ عمدہ اور سہل لفظیات کا رچا ہوا شعور موجود ہے۔ ؎

ہوا کے دوش پہ آتی ہے دُور کی خوشبو
پرانی یادوں سے دیوار و در مہک اُٹھے
محبت کعبہ ڈھا کر بت کدہ تعمیر کرتی ہے
نہ جنت کا اُسے لالچ ، نہ خوف اس کو جہنم کا

خالد نے اپنے شعروں میں دوسری زبانوں کے مصرعے بھی کثیر تعداد میں استعمال کیے ہیں دو اشعار درج ذیل ہیں۔

ڈر مسلمان کی فراست سے
اِنَّهٗ یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ
سُبحَانَ رَبِّیَ لَااِلٰهَ غَیرُہٗ
میں عاجز وعاصی وہ رحمان و رحیم

ان شعروں میں عربی مصرعے استعمال ہوئے ہیں اس قسم کے شعروں سے عام قارئین تو نہیں بلکہ خاص قارئین ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔ اردو شاعری میں کئی شاعروں کے کلام میں "نعرہ انانیت" ملتا ہے خالد کی غزلوں میں بھی ایسے کچھ اشعار ملتے ہیں جن میں یہ نعرہ موجود ہے۔ ؎

احساس کا مغنّی ، الفاظ کا مصوّر
خالدؔ کو حسن کاری میں بے مثال دیکھا
آج جو ابلہ سمجھ کر مجھے ٹھکراتی ہے
کل یہ دُنیا مرے دروازے پہ دستک دے گی
ہوں خوش عقیدہ بہ تقلید غوث جیلانی
بہ گردنِ شعرائے زماں نہم پائیم

ان شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد نے صرف اپنی خوبیوں ہی کا اعلان کیا ہے۔ ایسا نہیں بلکہ جہاں اس نے اپنی خوبیوں کا اعلان کیا ہے وہاں اس نے اپنی بعض خامیوں کا بھی کھلے دل سے اعتراف کیا ہے یہ شعر دیکھئے۔

شعرِ خالد کو لوگ کہتے ہیں
ہے تو ہیرا پہ ناتراشیدہ

خالد کو ترکیبیں تراشنے میں بھی ید طولیٰ حاصل ہے۔ ؎

واماندگیِ دشتِ تحیّر ہے اور میں
یہ مختصر حیات مگر مختصر نہیں !
خانہ خرابی کرے ذوقِ نظر کا فساد
اک نگہِ نیم رس سو جگر آشوبیاں

دشتِ تحیّر، نیم رس، خالد کی طبع زاد تراکیب ہیں اسی غزل کا ایک اور خوبصورت شعر دیکھئے ۔

عرضِ تمنا نہیں ایک نظر سے فزوں
حرفِ تمنا مگر سلسلہء بے کراں

ایک نئی ترکیب ملاحظہ ہو ۔

ظلمتِ شب کی بخشش آبِ حیات
یارِ دل ہے عذاب تنہائی

خالد کی غزل میں سراپا نگاری کے متعلق کامل القادری لکھتے ہیں کہ:

"سراپا نگاری بھی لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کا امتیازی وصف رہا ہے اور شعراء لکھنؤ نے خارجی حسن وزیبائی، لباس، زیور اور خدوخال پر اپنی نگاہیں مرکوز رکھی ہیں قلبی کیفیت، داخلی محسوسات یا ردِعمل کا بیاں شاذ شاذ ہی نظر آتا ہے خالد بھی خدوخال کی نظارگی کرتا ہوا اچٹتی نظر داخلی کیفیات پر بھی ڈال لیتا ہے: بہر نوع وہ لکھنؤ کے دبستانِ شاعری کی پیروی کرتا ہے چند نمایاں مثالیں ملاحظہ فرمایئے یہ لکھنؤیت نہیں تو کیا ہے؟ ۔" (۴) ۔

گلوں سے پھوٹتی ہے، اس بدن کی باس سہاس
مبارک اس کو کہ محرم جو اس بدن کا ہوا
چاکِ عمودی سے جھلکے گوئے گریباں
دیدہ و دانستہ بے نقاب کیا ہے
اے کام دیو رُوپی ! رک جاؤ رات بھر کو
راتیں مُنجھیلی کاری ، بوندیں کٹاریاں ہیں

ان اشعار میں خالد کی سراپا نگاری دیکھئے ۔

مے ارغوانی سے سیراب لب
حنا بستہ کف ، سانولی رس بھری
جھلمل جھلمل بدن کا سونا
لہرائیں لٹیں کمر سے نیچے

عبدالعزیز خالد کے کلام کی ایک خصوصیت بے باکی بھی ہے بقول کامل القادری:

''عبدالعزیز خالد بڑے پینڈے کا شاعر ہے اُس کے کلام میں انفس وآفاق کے مختلف رُخ کی تصویریں ملتی ہیں اور لکھنوئ شعراء کی بیہودوردیاں بھی پھر خالد ڈرپوک نہیں، جرأت مند ہے۔ وہ ایسا بے باک، نڈر اور پورا شاعر ہے جو''کارِدگر'' کا بیان کرتے ہوئے ذرا نہیں جھجکتا۔ فکری ونظری لحاظ سے بھی وہ تسخیرِ جنس (Sex) کا قائل ہے لہٰذا اُس کے یہاں جنس سے گریز کا رجحان نہیں پایا جاتا۔''(۵)

درج ذیل شعر دیکھیے۔

اُسے چُوما کتاب کی مانند
پیار میں احترام شامل تھا

یہی احترام، حُسنِ بیان اور شائستگی ''جنسی شاعری'' کی مانگ کا سیندور ہے اور اُسے ابتذال سے محفوظ رکھتی ہے لیکن یہ احترام ہمیشہ قائم نہیں رہتا، حکایتِ لذیذ کے بیان میں حد سے تجاوز ہو ہی جاتا ہے لیکن خالد نہ لغزشِ خامہ کا شاکی ہے، نہ عذر پیش کرتا ہے انسان پر نفس کے بھی حقوق ہیں اور وہ شاید حقوقِ عباد ادا کرتا ہے:

''خالد کے یہاں اعضائے نسوانی کا ذکر بڑے رسیلے انداز اور شہوانی لب ولہجہ کے ساتھ آتا ہے اس کی نگاہ مشاہدہ خدوخال پر سرتاپا پڑتی ہے۔ لب، رخسار، چشم، ابرو، ناک، پیشانی، کان، مژگاں، زلف، گیسو، بال، گردن، شانے پر ہی اس کی نظر نہیں پڑتی وادیِ نشاط وانبساط میں بھی اُترتی چلی جاتی ہے۔''(۶)

درج ذیل اشعار دیکھیے۔

گوئے بلّور و عاج و مرمر
ریشم کے لباس میں چھپائے
محراب، عمود، برج، قوسیں
رس میں ڈوبے، بھرے بھرے سے
پنڈے کے کساؤ کے خریدار ہیں ہم
سینے کے تناؤ پہ لٹا دیتے ہیں دھن
دو قبّے نُور کے جن پہ ہے مُہر عنبر کی
ہوا میں مشک کی خوشبو ہے لمس ریشم کا

اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا ہر عضو۔۔۔اعضائے محبوب کا تشنہ ہے اور وہ طرح طرح سے ان کا بیان بڑی بے باکی سے کرتا ہے۔ خالد کی شاعری میں تلمیحات سے ان کے فکروفن کا جو حیرت انگیز محل تعمیر ہوا ہے اس کے بارے میں برصغیر کے نامور عالم ودانش ور مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی یہ رائے خاص طور پر لائقِ توجہ ہے:

''خالد کی شاعری کا سارا تاروپود دینِ قیم کے اعلیٰ ژولیدگی اور انتشار کے ایک تسلسل، قطعیت

اور مقصدیت ہے۔ابلاغ اس کا نمایاں ترین وصف ہے۔ وہاں الہام، اخلاق اور تعمیہ اس بلا کا ہوتا ہے کہ رشتہ مضمون کو پکڑنا آسان نہیں اور یہاں تلمیحات اور تضمینات کی وہ بھرمار ہے کہ قاری جب تک علامہ نہ ہو پورے کلام کو سمجھنے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔" (۷)

ڈاکٹر ناظر حسین زیدی لکھتے ہیں کہ:

"خالد کے کلام میں ان تلمیحوں کے علاوہ یونان، ایران اور عرب کے شعراء کے خیالات بھی تضمین ہوگئے ہیں۔" (۸)

ان اشعار میں تلمیحات ملاحظہ کیجئے۔

وہ حسین آنکھیں جہاں چاہیں مجھے لے جائیں
طاقِ ابرو میں ہے گویا کششِ کوہ ندا
قرۃ العین سیالاں ہو کہ بنتِ گجرات
عشق سے حُسن بتاں شہرۂ آفاق ہوا
زندۂ جاوید ہیں عاشق شہیدوں کی طرح
سوہنی کو دے نوید زندگی موج جہاں

خالد کے کلام کی ایک اور خصوصیت "اسلامیت" ہے۔اسلامیت سے مراد اسلامی اقدار اور ایمانیات کی بات ہے۔

خانہ خرابی کرے ذوقِ نظر کا فساد
اک نگہ نیم رس سو جگر آشو بیاں

ہمارے دین میں تاک جھانک سے منع کیا گیا ہے۔نامحرم عورتوں کو دیکھ کر آنکھیں جھکا لینے کا حکم ہے اتفاقاً ایک نظر پڑ جائے تو اسے جما کر ہی بیٹھ نہیں رہنا چاہیے بلکہ فوراً نظر پھیر لینی چاہیے۔ یہ تو ہمارے دین کے احکامات ہیں۔ علماء نے بدنظری کے جسے خالد نے ذوق نظر کہا ہے نقائص بڑی تفصیل سے گنوائے ہیں جنھیں خالد نے سو جگر آشو بیاں کہہ کر گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یہ شعر دیکھئے:

جادۂ راہ فنا آنکھ سے اوجھل نہ ہو
پردۂ ظلمت میں ہے چشمہ حیواں نہاں

اس شعر میں خالد نے تلقین کی ہے کہ موت کو بھلا نہیں دینا چاہے۔ ہمیشہ کی زندگی آخرت کی زندگی ہے اور یہ ہمیشہ کی زندگی کا چشمہ جو دنیاوی زندگی کی ظلمت میں آنکھ سے نہاں ہے اس کو نظر سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیے۔ یہ شعر بھی خالد کی اسلامیت کا نشاں ہے۔موت کے بارے متعدد احادیث ہیں کہ اسے یاد کرتے رہنا چاہیے اس یاد کے بڑے فائدے ہیں۔درج ذیل اشعار دیکھئے۔

سامنے آئے جو دُنیا تو اسے ٹھکرا دے
نفسِ امارہ سے لڑنا ہے جہادِ اکبر

کمال عفتِ قلب و نظر مقصود ہے خالد
یہ رتبہ مل تو جاتا ہے مگر آساں نہیں ملتا

خالد کے کلام میں محاکاتی انداز بھی ملتا ہے کامل القادری لکھتے ہیں کہ:

""اس کے پیمانہ سخن میں یونانی مجسموں کی آب بھی ہے اور یورپی مصوروں کے امتزاج رنگ کی تاب بھی، سامی خدوخال اور بے باکیوں کا رنگ بھی ہے۔"(۹)

خالد نے ""کاروگر"" کے بیان میں حسن وشائستگی کا مظاہر کرتے ہوئے سحر بنگالہ کی تصویر پیش کی ہے

نارپتان و نارون قامت
سروقد ، وَرد خد، شفق چہرہ
آنکھ میں آگ، سانس بے قابو
عنفوانِ شباب کا نقشہ
سہی قامت ، گداز، لچکیلی
رنگ جیسے انار کا دانہ

ذرا یہ محاکاتی انداز ملاحظہ فرمایئے

تمہارے جسم سے بوئے محبت آتی ہے
برہنہ شانوں کو چوموں لرزتے ہونٹوں سے

خالد کے ہاں خاص قسم کی مرقع نگاری ملتی ہے کامل القادری کے بقول:

""خالد نے داخلی وخارجی صفات وکیفیات کو آمیز وآمیخت کرکے ایسے ایسے مرقعے بنائے ہیں کہ شاکر وچغتائی بھی سوچتے رہ جاتے کہ رنگوں کا یہ امتزاج، خطوط کی یہ دلآویزی، برش قلم کی یہ صفائی کیوں کر عالم وجود میں آتی ہے۔" (۱۰)

یہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

لب پہ افسوں نظر میں افسانے
دِل رُبا جسم سوچ میں ڈوبا!
شوخ ، چالاک، چُست، چنچلی
تیز، طرّار، نوجواں، رعنا
سرخ ڈورے نشے کے آنکھوں میں
پیار کے لمس کا بدن پیاسا

دوسری تصویر ملاحظہ فرمایئے

کالی ساری میں چمک پڑے کی
جیسے گھنگھور گھٹا میں بجلی
فجر پھوٹی ہے، شفق پھولی ہے
تیرے چہرے کی سفیدی، سُرخی

ذرا یہ محاکاتی انداز دیکھئے۔ ؎

صبح نور وز، طلعت تاباں
شب عاشورہ، گیسوئے پیچاں
مشرقِ رُخ سے روشنی پھوٹے
لب گلنار، آتشِ خنداں

خالد کے کلام کا ایک اہم وصف ''رُومانی عظمت'' بھی ہے رومانویت کے بارے میں سیّد عابد علی عابد لکھتے ہیں کہ:

''انگریزی میں رومانٹک یا رُومانوی کا کلمہ پہلی بار ایچ۔مور نے اپنی کتاب ''ابدیتِ روح'' (۱۶۵۹ء) میں استعمال کیا۔ سترھویں صدی میں اس لفظ کو ان خصوصیات کے اظہار کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جو رُومانوی قصوں (Romances) کی ہیئت یا مواد سے متعلق تھیں مثلاً تخیل کی پرواز، غیر حقیقی واقعات وغیرہ کبھی اس سے مراد غیر حقیقی اور ''افسانوی'' بھی ہوتا تھا ڈرائیڈن، جانسن اور دیگر نو کلاسیکی نقاد اسے غیر مستحسن خصوصیات کے اظہار کے لیے استعمال کرتے ہیں انگلستان سے یہ لفظ فرانس گیا جہاں بظاہر یہ پہلی بار ۱۶۷۵ء میں استعمال ہوا۔ پھر وہاں یہ بڑا مقبول ہوگیا اور اسے فرانسیسی اکادمی نے اپنی فرانسیسی لغت (۱۷۷۸ء) میں بھی جگہ دی اور اس کے معانی یہ قرار دیے ''رومانٹک: ان ادیبوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جو کلاسیکی مصنفوں کے وضع کردہ قوانین نگارش اور اسلوب نگارش سے ہٹ کر لکھتے ہیں۔'' (۱۱)

اس گفتگو کی روشنی میں خالد کے کلام میں ''رومانی عظمت'' کے حوالے سے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے۔ ؎

سراپا فُغاں ہے میری زندگی
تری یاد میں کس قدر تھک گئی
میں تمہارے لیے ترستا ہوں
آبِ شیریں کو جس طرح پیاسا

خالد کی غزل میں رُومان عورت کے سراپا میں بھی ملتا ہے اور تاریخ کے اساطیر میں بھی لیکن ان کے بیان میں جو اچھوتا پن، ندرت، نادر تشبیہات کا استعمال اور سراپا نگاری وقیع اور بے مثل موجود ہوتا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ؎

شیریں ہیں لب اور نمکین آنکھیں
جانِ ملاحت ، رُوحِ حلاوت
یہ شوخ دیدہ ، گیسو بریدہ
زہرہ شمائل ناہید طلعت

اس قطعہ کا حُسنِ تعلیل ملاحظہ کیجئے۔ ؎

اے چاند اگر تو اس کو دیکھے
کوٹھے پہ کبھی اکیلے سوتے
تیرے چہرے کا رنگ فق ہو
تو اپنی سب آن بان بھولے

اک نئی حسنِ تعلیل دیکھئے ؎

تیرے دروازے سے خورشید ضیا لیتا ہے
چاند کا داغ تیرا ہی نشانِ کفِ پا
پھول جھڑتے ہیں لبوں سے جیسے
بنگلہ دیش کی مینا بولے

یہ کیفیت بھی ملاحظہ کیجئے۔ ؎

غُسل کرتی ہے رات کو نسرین
چشمہء ماہتاب میں چُھپ کر
زیرِ پردۂ اُفق ، خورشید
آبِ شنگرف چھڑکے دُنیا پہ

خالد کا یہ انداز بھی دیکھئے ؎

لبِ میگوں دلیلِ غدر مستی
رُخِ گلگوں جوازِ بُت پرستی
سدا آباد بھی برباد بھی ہے
یہ دِل خانہ بدوشوں کی ہے بستی

خالد کے ہاں اسلامی طرزِ فکر نمایاں ہے عفت موہانی کے بقول:

''خالد کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت مذہبی شاعری کی انفرادیت ہے اظہارِ خیال کی ابتدا سے لے کر اب تک جو خالد نے لکھا ہے اس سے مکمل طورپر اسلامی طرزِ فکر نمایاں ہوتی ہے۔''(۱۲)

خالد کو رسول کریمؐ سے عشق ہے جب ان کا یہ تعشق پیرہن شعر قبول کرلیتا ہے تو ان کی نعتیہ شاعری اپنی بلندی، گہرائی، دل پذیری اور وسعت و بلاغت کے اعتبار سے بے مثال بن جاتی ہے ۔"کلک موج" سے ایک طویل نعت کے دو اشعار ملاحظہ ہوں ۔

وہ تعبیر خوابِ خداوند خالق
وہ نقش ہیولائے ارض و سما ہے
ترا حسن آئینہ اسمِ اعظم
تو اخبار کونین کا مبتدا ہے

خالد کے عشق رسولﷺ کا تذکرہ عفت موہانی نے کچھ یوں کیا ہے:

"ان کی شاعری ایک خاص اور اہم مقصد کی حامل ہے اور وہ مقصد ہے مذہب اسلام کی بقاء، اسلام کی محبت، پیغمبر اسلامؐ سے عشق! ان خیالات کو خالد نے جو لباس پہنایا ہے وہ بالکل نیا اور دلکش ہے ان کا کلام ان کے دلی احساسات کا آئینہ دار ہے۔ عشق رسولؐ میں وہ رومی و حافظ، غالب و اقبال سے بھی بہت آگے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔" (۱۳)

خالد کے ہاں یہ عشقِ رسولؐ کلکِ موج ۔ کفِ دریا ۔ حدیثِ خواب اور سرابِ ساحل کی غزلوں میں بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے یہ اشعار ملاحظہ فرمایئے ۔

عشرتِ سرمد ہے اتباعِ محمدؐ
گنبدِ خضرا فرودگاہِ خدا ہے
جو خود کتاب بھی ہے صاحبِ کتاب بھی ہے
بنا کے اُسؐ کو مشیّت نے سانچہ توڑ دیا
وہ چمن بندِ دو عالم وہ مرا عالی جاہؐ
اس سے ملنے کی جگہ : حوض و صراط و میزاں

خالد کو زبان و بیان پر جو قدرت حاصل ہے عصر حاضر میں اس کا فقدان ہے وہ اس دور کے عظیم شاعر ہیں۔ آرام ہوشیار پوری لکھتے ہیں:

"اُردو زبان کے اِس مرصّع ساز نے اپنی شاعری میں ایسی بندشِ الفاظ سے کام لے کر ہر زبان کے وہ موتی جڑ دیئے ہیں جو اردو شاعری کے تاج میں ہمیشہ چمکتے اور دمکتے رہیں گے ۔"
(۱۴)

عبدالعزیز خالد نے اردو شاعری کو ایک نیا لہجہ، نیا اسلوب اور نیا اندازِ فکر دیا ہے ڈاکٹر سیّد نثار مصطفٰے کے بقول:

"کہیں غالب کا وقار اور اس کی قدرت بیانی ہے، کہیں اقبالؔ کا آہنگ اور اس کی پاکیزگی ہے، کہیں اکبر کی شوخی اور اس کی ظرافت ہے کہیں حسرتؔ و جگرؔ کی غنائیت اور ان کی وارفتہ

> مزاجی ہے، کہیں مجاز کا لب ولہجہ اور اس کی رومانیت ہے، کہیں میرؔ حسن اور نسیمؔ کی معاملہ بندی اوران کی بندش، چستی اور ندرت بیانی ہے تو وہیں ودیاپتی کا سنگھار بھی، سور داس اور میرا بائی کا سوز بھی، امراؤالقیس اور حافظ کی وارفتہ خیالی بھی۔'' (۱۵)

خالد کی شاعری موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطحوں پر ایک منفرد لہجے کی تشکیل کرتی ہے اور اس اعتبار سے وہ جدید دور کے صفِ اوّل کے شعراء میں سے ہیں، تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کا کلام خامیوں سے یکسر پاک ہے لیکن یہ خامیاں خوبیوں کے ساتھ اس طرح ہیں جیسے پھولوں کے ساتھ کانٹے اتنا سرمایہءشاعری ہونے کے باوجود خالد یوں کہتے ہیں ۔

دل ہے کہ تشنہء سخن نا تمام ہے
گو عمر ساری مشق سخن میں گزر گئی

ان کے کلام کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ان کے اشعار واقعی مخزن اسرار ہیں ۔

اس کے اشعار کو تم مخزن اسرار کہو
ہم نے پایا اسے ہر صنفِ سخن میں یکتا!

''زنجیرِ رم آہو''میں خالد اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دست بدعا ہیں ۔

اے تپش آموزِ دل، اے سخن آموزِ لب
اے کہ تیرا حرفِ کُن آدم وحور و خیام
ایک نیستاں ہوں میں کر میری نے کو عطا
حدّت مہر مبیں، خنکی ماہِ تمام
خالقِ شام و پگاہ، ایک کرم کی نگاہ
پھرتا ہوں میں بے کلاہ، تاجِ بقائے دوام

شاعری کی دُنیا میں خالد کو جو عزت، شہرت اور مقام عطا ہوا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب خالد بے کلاہ نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بقائے دوام کا تاج پہنا دیا ہے جس کا اعتراف کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے۔

اے نکو محضرنہ کرخالدؔ سے یوں صرفِ نظر
قطب الاقطاب ولایتِ سخن ہے یہ ملنگ

میدان سخن وری کا یہ ملنگ عبدالعزیز خالد پر عزم ہے کہ مستقبل میں ان کی شاعری سے ضرور استفادہ کیا جائے گا۔ اہل زمانہ ان کی نظم کے ساتھ ساتھ ان کی غزل سے بھی موضوعاتی تنوع سے بھرپور نئی فکری جہات پائیں گے۔ خالد کی غزل فنی اعتبار سے سہل ممتنع سے بھی مالا مال ہے ۔انھوں نے نادر تشبیہات، استعارات، تلمیحات اور طبع زاد تراکیب سے غزل کو نیا آہنگ عطا کیا ہے۔عبدالعزیز خالد کی نگاہیں ماضی پر ہیں وہ حال سے باخبر اور آنے والے کل کے لیے بھی پر امید غزل گو شاعر ہیں فرماتے ہیں

آج جو ابلہ سمجھ کر مجھے ٹھکراتی ہے
کل یہ دنیا مرے دروازے پہ دستک دے گی

حوالہ جات:

(۱) وفا راشدی، **خالد ایک نیا آہنگ**، لاہور: مکتبہ فانوس، ۱۹۷۷، ص ۶۷

(۲) کامل القادری: **مہمات خالد**، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۶ء، ص ۱۶۳

(۳) ایضاً، ص ۱۶۸

(۴) ایضاً، ص ۹۲

(۵) ایضاً، ص ۹۰

(۶) ایضاً

(۷) وفا راشدی، **خالد ایک نیا آہنگ**، ص ۶۶

(۸) سید ناظر حسین زیدی، ڈاکٹر، **سیاوہ**، خالد نمبر، جلد ۱۴، شمارہ ۵، لاہور: چوک اردو بازار، ص ۲۵۱

(۹) مہماتِ خالد، ص ۱۰۳

(۱۰) ایضاً، ص ۹۴

(۱۱) سید عابد علی عابد، **اصول انتقاد ادبیات**، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۲، ۱۳۳

(۱۲) عفت موہانی، **سیاوہ**، خالد نمبر، ص ۳۴۴

(۱۳) ایضاً

(۱۴) آرام ہوشیار پوری: **تحریریں** ۲، جلد ۵، شمارہ ۳، ۴، لاہور: چوک اردو بازار، ص ۲۳۷

(۱۵) سید نثار مصطفیٰ، ڈاکٹر، **سیاوہ**، خالد نمبر، ص ۳۷۳